سعید شرارت بھرے انداز میں گڑیا کے پاس آ کر رک گیا۔

گڑیا نے ناگوار نگاہوں سے ڈیڈی کی طرف دیکھا اور زور سے چلائی۔ ''شیم شیم ڈیڈی، شیم شیم۔''

''کیوں بھئی۔'' سعید نے مسکرا کر پوچھا۔ ''ڈیڈی کیوں شیم شیم، ڈیڈی سے کیا غلطی ہو گئی؟''

''آپ نے ٹائی کی ناٹ پھر غلط لگائی ہے۔'' گڑیا نے کہا۔

ایک نوجوان کی اثر انگیز سرگزشت جو آزاد ہوتے ہوئے بھی قید تھا

بعض حقائق اور سچائیاں سامنے ہوتے ہوئے بھی جھوٹ ہی گردانے جاتے ہیں کیونکہ ان کو ثابت نہیں کیا جا سکتا... آتشِ انتقام کو سرد کرنے کی کوشش میں جرائم اس کے پیروں کی زنجیر بنتے چلے گئے... نادیدہ منزلیں... انجانے راستے اور غیر متوقع حادثات اس کی تقدیر بن گئے...

بڑا آدمی

منظر امام

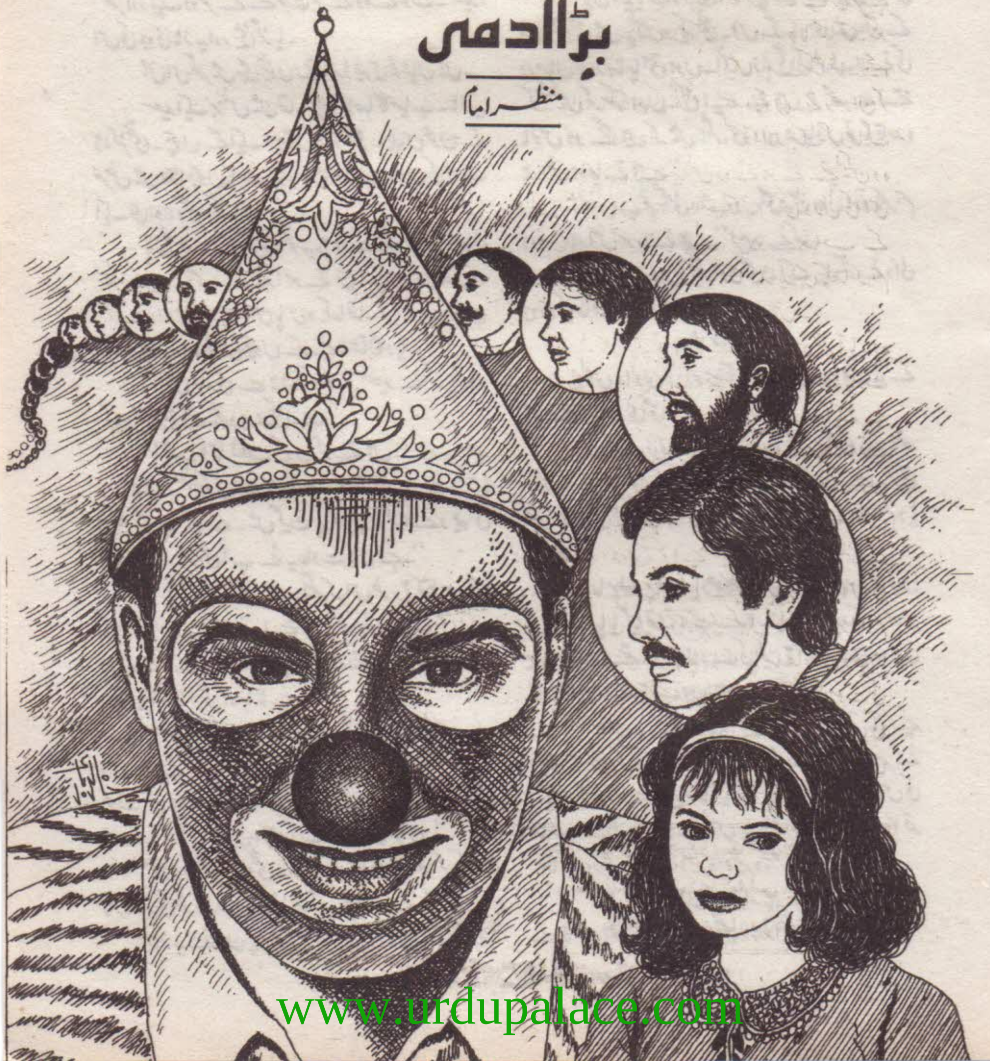

www.urdupalace.com

''تو کیا ہوا میری بیٹی ٹھیک کر دے گی۔''
نازیہ دوسرے کمرے سے مسکراتے ہوئے آ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ ''دونوں باپ بیٹی آج پھر جھگڑا کر رہے ہیں۔''
''نہیں ممی، میں جھگڑا نہیں کر رہی۔'' گڑیا نے احتجاج کیا۔ ''میں تو نائٹ کی بات کر رہی ہوں۔''
سعید، گڑیا کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ گڑیا نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اس کی نائٹ درست کر دی۔ سعید نے مسکراتے ہوئے گڑیا کی پیشانی چوم لی۔
یہ تقریباً روز کا معمول تھا۔ چھوٹا لیکن خوب صورت سا گھر اور ایک دوسرے سے محبت کرنے والے لوگ۔ سعید، اس کی بیوی نازیہ اور بیٹی گڑیا۔
بس اس گھر میں یہی تینوں تھے اور ڈھیر سی خوشیاں تھیں۔
سعید ایک بزنس مین تھا۔ اچھا خاصا کامیاب۔ نازیہ ڈاکٹر تھی۔ بچوں کے ایک اسپتال کی ڈاکٹر۔ جہاں خون کے مرض میں مبتلا بچوں کا علاج کیا جاتا اور ان دونوں کی صرف ایک ہی اولاد تھی، گڑیا۔
پانچ چھ برس کی ایک خوب صورت بچی۔ بھولی بھالی لیکن ذہین۔ جس نے پیدا ہوتے ہی اپنے بے پناہ پیار کرنے والوں کو اپنے آس پاس دیکھا تھا۔
ملازمہ نے ان تینوں کے لیے ناشتا لگا دیا۔
''بھئی جلدی سے ناشتا کر لو۔'' سعید نے گڑیا سے کہا۔ ''آج مجھے کچھ دیر ہو گئی ہے۔''
''آپ اتنا تکلف کیوں کرتے ہیں۔'' نازیہ سعید سے بولی۔ ''اسکول چند ہی قدم کے فاصلے پر ہے۔ گڑیا اکیلی بھی جا سکتی ہے۔ میں گیٹ پر کھڑی ہو کر اسے دیکھ بھی سکتی ہوں۔ پھر بھی آپ نے یہ عادت بنالی ہے۔''
''تم نہیں جانتیں نازیہ بیگم کہ اس طرح کتنا مزہ آتا ہے۔'' سعید نے کہا۔ ''راستے میں ہم دونوں باپ بیٹی ایک دوسرے کو پہیلیاں سناتے ہوئے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی تو ہم دونوں کا جھگڑا بھی ہو جاتا ہے۔''
نازیہ کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔ باپ بیٹی کا یہ پیار اس کے لیے بہت طمانیت کا سبب بنا کرتا۔ اسے کبھی کبھی یہ خوف بھی ہوتا کہ کہیں ان کی خوشیوں کو کسی کی نظر نہ لگ جائے۔ ''چلیں جائیں، جیسے آپ دونوں کی مرضی۔''
فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ملازمہ نے ریسیور اٹھا کر کچھ سنا پھر نازیہ کی طرف دیکھا۔ ''باجی آپ کا فون ہے۔''
نازیہ نے فون پر کچھ دیر باتیں کیں پھر ناشتے کی میز پر آ گئی۔ وہ کچھ خاموش دکھائی دے رہی تھی۔
''کیا بات ہے۔ خیریت تو ہے نا؟'' سعید نے پوچھا۔ ''تم کچھ پریشان سی ہو گئی ہو۔''
''میں آپ کو گل زادہ نام کے بچے کے بارے میں بتا چکی ہوں۔'' نازیہ نے کہا۔ ''وہ میرا ہی پیشنٹ ہے۔ اس بے چارے کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔''
''میں تو یہ کہتا ہوں کہ تم اس اسپتال سے اپنا ٹرانسفر کروا لو۔ کہیں بھی کسی بھی جگہ۔ کیونکہ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ بچوں کے دکھ تم سے دیکھے نہیں جاتے۔ تم خود پریشان ہو جاتی ہو۔''
''ہاں، یہ بات تو ہے۔'' نازیہ نے ایک گہری سانس لی۔ ''واقعی میں یہ نہیں دیکھ سکتی۔ اس کے باوجود میں اُن کے درمیان ہی رہنا چاہتی ہوں۔ انہیں زندگی کی طرف لانے کی کوششیں کر سکتا ہوں۔ کئی ایسے بچے ہیں جو مجھ سے اتنے مانوس ہو گئے ہیں کہ میں اگر کسی دن نہ جاؤں تو باقاعدہ ناراض ہو جاتے ہیں۔''
''اور جب تم چھٹی والے دن بھی چلی جاتی ہو تو پھر ہم دونوں ناراض ہو جاتے ہیں۔'' سعید نے کہا۔
نازیہ اس بات پر مسکرا دی تھی۔ ایک پیار کرنے والی بیوی کی طاقت ور مسکراہٹ۔

☆☆☆

پولیس والوں کی وہ میٹنگ ہزار چہرے والے کے بارے میں ہو رہی تھی۔
ہزار چہرہ۔ ایک ایسا مجرم جو آج تک پولیس کے ہاتھ نہیں آ سکا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ وہ میک اَپ کا ماہر ہے۔ اپنی صورت بدل لیتا ہے۔ اسی لیے اسے ہزار چہرے کا نام دیا گیا تھا۔
وہ عام طور پر فراڈ یا دھوکا دہی کی بڑی بڑی وارداتوں میں ملوث پایا گیا تھا۔ بہت سے کاروباری اس کے ہاتھوں برباد ہو چکے تھے۔ وہ چھلاوے کی طرح نمودار ہوتا اور اپنی کارروائی کر کے غائب ہو جاتا۔
''سوال یہ ہے کہ ایسے آدمی کو گرفتار کرنے کے لیے ہم کیا حکمتِ عملی اختیار کر سکتے ہیں۔'' ایک پولیس آفیسر نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا۔ ''کیونکہ ہم ابھی تک اس کی شناخت سے محروم ہیں۔ ہم نہیں جانتے وہ کیسا ہے، اس کا قد کتنا ہے، رنگ کیا ہے، وغیرہ، وغیرہ۔''
''کہیں ایسا تو نہیں کہ ہزار چہرے والے کی شہرت سے فائدہ اٹھا کر دوسرے بھی وارداتیں کر رہے ہوں۔''

www.urdupalace.com

کسی نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے۔'' پولیس آفیسر نے جواب دیا۔ ''کیونکہ اس کی وارداتیں عام طور پر ایک ہی انداز کی ہوتی ہیں۔ تشدد سے پاک۔ اس نے کسی کو جسمانی نقصان نہیں پہنچایا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ صرف ذہن سے کام لیتا ہے اور ہزار چہرہ ہمارے شہر میں صرف ایک ہی ہے۔''

''میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے جناب۔'' سب انسپکٹر تنویر نے کہا۔ وہ ایک نوجوان آدمی تھا اور بہت پُرجوش۔ ہزار چہرہ کی کئی وارداتیں اس کے علاقے میں بھی ہو چکی تھیں۔

''سر! وہ شخص باہر سے آنے والوں کو بھی لوٹ لیا کرتا ہے۔ خاص طور پر وہ لوگ جو کاروباری معاہدوں کے لیے آتے ہیں یا کاروبار کے لیے آتے ہیں اور جن کا قیام بڑے بڑے ہوٹلوں میں ہوتا ہے۔'' تنویر نے بتایا۔

''ہاں ایسا تو ہوتا ہے۔'' آفیسر نے کہا۔

''اس طرح کی کئی وارداتیں ایسے ہوٹلوں میں ہو چکی ہیں۔'' تنویر نے بتایا۔

''تجویز کیا ہے آپ کے ذہن میں؟''

''بہت آسان تجویز ہے سر، کیا ہم کسی بزنس مین کو پلانٹ نہیں کر سکتے۔'' تنویر نے کہا۔

''کیا مطلب؟'' سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

''مطلب یہ ہے سر کہ کیا ہم کسی مصنوعی تاجر کو ایسے ہوٹل میں ٹھہرا کر اس آدمی کے گرد جال نہیں بچھا سکتے؟''

سب اس تجویز پر سنجیدگی سے غور کرنے لگے۔ یہ ایک اچھی ترکیب تھی۔ اس طرح ہزار چہرے والا اُن کے بچھائے ہوئے جال میں آ سکتا تھا لیکن ایک الجھن یہ بھی تھی کہ اس ہزار چہرے والے کو یہ کیسے معلوم ہو پاتا کہ کوئی بزنس مین فلاں ہوٹل میں آ کر ٹھہرا ہے۔

اس کا حل بھی تنویر ہی نے پیش کیا۔ ''سر! میں چونکہ اس موضوع پر سوچتا رہا ہوں۔ اسی لیے پورا ہوم ورک کر کے آیا ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''میرے ذہن میں یہ ہے کہ ہم اس نام نہاد تاجر سے چھوٹی سی پریس کانفرنس کروا دیں جس میں وہ بتائے کہ وہ کسی فیکٹری کے قیام کا جائزہ لینے کسی غیر ملک سے آیا ہے۔ اخبارات اور چینلز پر اس کی کوریج ہو گی۔ اس طرح ہزار چہرے والے کو بھی پتا چل جائے گا۔''

''ہاں، یہ اچھی ترکیب ہے لیکن ایسا کون آدمی ہو سکتا ہے؟''

''سر! یا تو کوئی عام سا آدمی ہو جو ہمارے لیے کام کرنا پسند کرے یا پھر میں خود اس کام کو انجام دینے کے لیے تیار ہوں۔''

''تم؟'' سب چونک گئے تھے۔ ''تم کس طرح یہ سب کر سکتے ہو، تم ایک پولیس آفیسر ہو۔ لوگ تمہیں جانتے ہیں۔''

''سر! میں یہ کام اپنے بڑے بھائی کی مدد سے کر سکتا ہوں۔'' تنویر نے بتایا۔

''تمہارے بڑے بھائی اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں؟''

''وہ کسی زمانے میں تھیٹر سے وابستہ رہے ہیں۔'' تنویر نے بتایا۔ ''انہوں نے انگلینڈ جا کر میک اَپ کا ہنر سیکھا ہے۔ ان کا شعبہ ہی میک اپ ہے۔ فلم سے بھی ان کا تعلق رہا ہے۔ آج کل ریٹائر لائف گزار رہے ہیں۔ وہ میرے چہرے کو اس طرح تبدیل کر سکتے ہیں کہ کوئی شناخت نہیں کر سکتا۔''

''دلچسپ، تو چلو یہ ٹاسک تمہارے ہی حوالے کر دیا جاتا ہے۔''

''بہت بہت شکریہ۔'' تنویر نے کھڑے ہو کر سب کا شکریہ ادا کیا۔

اس کے لیے یہ ایک بہت بڑی بات تھی۔ پولیس میں آنے کے بعد ہی اس کی یہ خواہش رہی تھی کہ وہ ایسے کارنامے انجام دے جو اس محکمے میں اس کی ساکھ بنا دیں۔ عام قسم کی بھاگ دوڑ اور مجرموں کی پکڑ دھکڑ تو ہوتی ہی رہتی تھی۔ مزہ تو یہ تھا کہ کوئی ایسا کیس ملے جس میں ذہنی مشقت بھی شامل ہو۔

ہزار چہرے والے کا کیس ایسا ہی ثابت ہونے والا تھا۔ اگر وہ اس شاطر مجرم کو گرفتار کر لینے میں کامیاب ہو جاتا تو اس کی دھاک بندھ جاتی۔

اس نے اپنے بڑے بھائی توقیر کے بارے میں غلط بیانی نہیں کی تھی۔ وہ واقعی اپنے فن کا ماہر تھا۔ کسی زمانے میں اس کی اتنی ڈیمانڈ تھی کہ اس کے پاس ایک لمحے کی فرصت نہیں ہوا کرتی۔ لیکن اب وہ ان سب سے کنارہ کش ہو کر تنہائی کی زندگی گزار رہا تھا۔

تنویر نے گھر پہنچ کر جب توقیر کو آج کی بات بتائی تو وہ مسکرا دیا۔ ''واہ، پولیس میں آنے کے بعد تم بہت سمجھدار ہو گئے ہو۔''

''ہونا پڑتا ہے توقیر بھائی۔ آپ خود سوچیں، اس آدمی کو پکڑنے کا اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟''

''اچھا تو پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

www.urdupalace.com

''مجھے ایسا آدمی بنا دیں جو بہت باوقار دکھائی دے۔ کنپٹیوں پر سفید بال، بارعب سا بندہ۔''

توقیر ہنس پڑا۔ اس نے تنویر کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''ٹھیک ہے، ہو جائے گا۔''

☆☆☆

اسپتال میں بہت دشواریاں تھیں۔

یہ ایک ایسا اسپتال تھا جو ایک فلاحی تنظیم نے قائم کیا تھا۔ اس اسپتال میں ایسے بچوں کا علاج کیا جاتا جو خون کے سرطان میں مبتلا ہوں۔

یہ ایک تکلیف دہ مرض تھا اور اس کے علاج کے لیے دوائیں بھی بہت مہنگی ہوا کرتی تھیں۔ اس لیے اس اسپتال کو ہر وقت ایسے لوگوں کی ضرورت رہا کرتی جو اس کی مدد کر سکیں۔

ڈاکٹر نازیہ اسی اسپتال میں تھی۔ وہ مختلف وارڈز کے چکر لگا کر اپنے کمرے میں آ کر بیٹھی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

کمرے میں موجود ایک نرس شہلا نے ریسیور اٹھایا۔ کچھ دیر دوسری طرف کی باتیں سننے کے بعد اس نے نازیہ کی طرف دیکھا۔ ''میڈم! آپ خود ہی بات کر لیں۔ نہ جانے کون ہے، کیا چاہتا ہے۔''

نازیہ نے ریسیور لے لیا تھا۔ ''ہیلو۔''

''میں آپ کو تو نہیں جانتا، لیکن اتنا ضرور علم ہے کہ آپ کا تعلق اسی اسپتال سے ہوگا۔''

''جی ہاں، میں ڈاکٹر ہوں یہاں کی، لیکن آپ کون ہیں؟''

''خدا کا ایک بندہ۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔ ''کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں گی کہ میں کسی طرح آپ کے مریض بچوں کے کام آ سکوں؟''

''یہ تو بہت اچھی بات ہوگی۔'' نازیہ نے کہا۔ ''ہم تو ہر وقت ایسی مدد قبول کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔''

''آپ اپنی انتظامیہ سے بھی بات کر لیں۔ میں آج شام چار بجے آپ کے اسپتال میں آ رہا ہوں۔ لیکن پلیز میں بچوں کے لیے جو کچھ کرنا چاہتا ہوں، اس سے انکار مت کیجیے گا۔''

نازیہ کو اس کی یہ بات بہت عجیب لگی تھی۔ اگر وہ سنجیدگی سے بچوں کی مدد کرنے آ رہا تھا تو اس پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ ''نہیں، نہیں، انکار کی کیا بات ہے۔'' وہ جلدی سے بولی۔ ''آپ چار بجے آ جائیں، ہم آپ کا انتظار کریں گے۔''

فون بند کرنے کے بعد نازیہ نے اسپتال کے دوسرے لوگوں کو بھی اس فون کے بارے میں بتا دیا۔ وہ سب خوش بھی تھے اور حیران بھی ہو رہے تھے۔

شام چار بجے نازیہ اپنے کمرے میں ہی تھی جب نرس دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی۔ ''میڈم وہ آ گیا ہے۔''

''کون آ گیا ہے؟'' نازیہ نے حیرت سے پوچھا۔

''وہی میڈم، جس کا فون آیا تھا۔'' نرس نے بتایا۔

''تو پھر اتنی حیران ہونے کی کیا بات ہے؟''

''وہ تو کچھ عجیب چیز ہے میڈم۔'' نرس نے کہا۔ ''آپ خود ہی دیکھ لیں۔''

نرس نے اپنی بات ختم بھی نہیں کی تھی کہ وہ کمرے میں داخل ہو گیا۔ خود نازیہ بھی اس کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ ایک جوکر تھا۔

سرکس میں کام کرنے والے یا فیسٹیول وغیرہ میں تماشا دکھانے والے جوکروں کی طرح۔ اس کے چہرے پر بے تحاشا رنگ تھپے ہوئے تھے۔ سر پر اونچا سا ہیٹ تھا۔ لباس بھی ایسا دھاریے دار تھا جیسے زیبرے کی کھال پہن کر آ گیا ہو۔

''میں وہی ہوں جس نے آپ سے فون پر بات کی تھی۔'' اس نے بتایا۔

نازیہ اتنی دیر میں اپنی حیرت پر قابو پا چکی تھی۔ ''لیکن آپ ہیں کون؟''

''جوکر۔'' اس نے بتایا۔ ''میرا نام ہی جوکر ہے اور کام بھی جوکروں والا ہے۔''

''لیکن آپ، میرا مطلب ہے کہ آپ بچوں کے لیے......''

''دیکھیں، یہ جو بچے ہوتے ہیں نا یہ پھولوں کی طرح ہوتے ہیں۔'' جوکر نے کہا۔ ''لیکن یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ یہ پھول جیسے بچے آہستہ آہستہ موت کی طرف جا رہے ہیں۔ اذیت برداشت کر رہے ہیں۔ اگر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ جائے تو میں یہ سمجھوں گا کہ میری زندگی بے کار نہیں ہے۔ میں نے کچھ حاصل کر لیا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں، میں ان بچوں کے لیے بہت سے کھلونے اور ضروری دوائیں لے کر آیا ہوں، پلیز، آپ مجھے بچوں کے پاس پہنچا دیں۔''

اس جوکر کو بچوں کے ایک وارڈ میں پہنچا دیا گیا۔

بستروں پر پڑے ہوئے، موت کا انتظار کرتے ہوئے بچے اس مہمان کو دیکھ کر ہنس پڑے تھے۔ شاید پہلی بار۔ جوکر ان بچوں کے درمیان اپنے لائے ہوئے تحفے تقسیم کر رہا تھا۔ انہیں ہنسا رہا تھا۔ الٹی سیدھی حرکتیں کر رہا تھا۔ بچے ہنس رہے تھے۔ تالیاں بجا رہے تھے۔ موت کے اس

www.urdupalace.com

وارڈ میں زندگی اپنی پوری توانائی کے ساتھ چلی آئی تھی۔
اس جوکر کا تماشا دیکھنے والوں میں اسپتال کے ڈاکٹرز بھی تھے۔ نرسیں بھی تھیں اور انتظامیہ کے لوگ بھی۔ وہ سب ہی جوکر کی حرکتیں دیکھ دیکھ کر محظوظ ہو رہے تھے۔ اس اسپتال میں ایسا واقعہ پہلی بار ہوا تھا۔

''کیا خیال ہے ڈاکٹر نازیہ اس آدمی کے بارے میں؟'' اسپتال کے ڈائریکٹر نیازی نے دریافت کیا۔

''سر! چاہے یہ جو بھی ہو لیکن بہت بڑا آدمی ہے سر، اس نے اداس بچوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں بکھیر دی ہیں۔ بہت بڑا آدمی ہے سر، بہت بڑا۔''

☆☆☆

''ڈیڈی، آج آپ نے پھر ناٹ غلط لگا لی۔'' گڑیا نے غصے سے کہا۔

''میں کیا کروں بھئی، تم کو دیکھ کر یہ ناٹ خود بخود غلط ہو جاتی ہے۔'' سعید مسکرا کر بولا۔ ''چلو تم ہی ٹھیک کر دو۔''

''ہاں، میں کل کی بات بتانی تو بھول ہی گئی۔'' نازیہ نے کہا۔ وہ ناشتے کی میز پر تھی۔

''ظاہر ہے، اسپتال ہی کا کوئی واقعہ ہوگا۔ کوئی نیا مریض آیا ہوگا یا کوئی بچہ صحت یاب ہو گیا ہوگا۔''

''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ ایک مختلف واقعہ ہوا۔ اسپتال میں ایک جوکر آ گیا تھا۔''

''جوکر؟ وہ کیوں؟''

''بچوں کو خوش کرنے کے لیے۔'' نازیہ نے بتایا۔ ''میں نے زندگی میں کبھی ایسا جوکر نہیں دیکھا۔ وہ نہ صرف بچوں کو خوش کرنے کے لیے الٹی سیدھی حرکتیں کر رہا تھا بلکہ وہ اپنے ساتھ ڈھیر سارے تحفے بھی لے کر آیا تھا۔''

''گڈ، پھر تو وہ واقعی بہت اچھا آدمی ہوگا۔''

''ممی، وہ کیسا جوکر تھا۔ وہی سرکس والا؟'' گڑیا نے پوچھا۔

''ہاں بیٹا، ویسا ہی۔''

''ممی مجھے بھی لے چلیں نا، میں بھی جوکر سے ملوں گی۔''

''ٹھیک ہے، جب وہ دوبارہ آئے گا تو تمہاری ملاقات کروا دوں گی۔'' نازیہ نے کہا۔ ''چلو اب ناشتا کر لو، اسکول کا وقت ہو رہا ہے۔''

ناشتے سے فارغ ہو کر سعید نے بتایا۔ ''ہو سکتا ہے کہ آج مجھے واپسی میں کچھ دیر ہو جائے۔''

''کیوں، خیریت تو ہے نا؟'' نازیہ نے پوچھا۔

''ہاں، خیریت ہی ہے۔ میں نے تم سے اپنے ایک دوست انیس کا ذکر کیا ہے نا، وہی لاہور والا۔ وہ یہاں اپنا کاروبار سیٹ کرنے آیا ہے۔ پیسے والا بندہ ہے۔''

''یہاں اس کے رشتے دار وغیرہ بھی ہوں گے۔''

''ہو سکتا ہے لیکن وہ ہوٹل بلیو اسٹار میں ٹھہرا ہے۔'' سعید نے بتایا۔ ''حالانکہ میں نے اسے آفر بھی دی تھی کہ وہ ہوٹل کے بجائے ہمارے گھر آ جائے۔ لیکن اس نے منع کر دیا۔''

''تو آپ اُس سے ملنے جائیں گے؟''

''ہاں، ہو سکتا ہے کہ رات کا کھانا بھی اس کے ساتھ ہو۔''

''ٹھیک ہے، تو پھر میں بھی آج جلدی آ جاؤں گی۔''

گڑیا کو اسکول پہنچانے کی ذمے داری سعید نے لے رکھی تھی۔ دوپہر کے وقت گڑیا کی واپسی ملازمہ کے ساتھ ہوا کرتی۔ پھر وہ ملازمہ دن بھر گڑیا کی دیکھ بھال کرتی۔ نازیہ شام کے وقت واپس آ جاتی تھی۔

سعید نے معمول کے مطابق گڑیا کو اسکول پہنچایا اور دفتر کی طرف روانہ ہو گیا۔ دفتر سے جلدی فارغ ہو کر اس نے ہوٹل بلیو اسٹار کا رخ کیا۔

ہوٹل کے کمرے میں انیس اکیلا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔ ادھیڑ عمر۔ باوقار سا۔ جس کی کنپٹیوں کے بال سفید ہو چکے تھے۔ بہت ٹھہر ٹھہر کر بات کرنے والا۔

''سعید، یہ ہیں مکرم صاحب۔'' انیس نے اس آدمی کا تعارف کروایا۔ ''بہت بڑے صنعت کار ہیں۔ کراچی میں اپنی فیکٹری بنانا چاہتے ہیں۔ کل انہوں نے اس سلسلے میں ایک پریس کانفرنس بھی کی تھی۔ اتفاق سے میں بھی اس میں شریک تھا پھر جب میں نے ان کو یہاں دیکھا تو پتا چلا کہ یہ تو میرے برابر والے کمرے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔''

اب مکرم نے بات آگے بڑھائی۔ ''اور اس طرح ہم دونوں کی دوستی ہو گئی۔ انہوں نے مجھے چائے کی دعوت دی اور میں ان کے کمرے میں دکھائی دے رہا ہوں۔''

سعید نے بھی مسکرا کر اپنا تعارف کروایا تھا۔

''مکرم صاحب، یہ تو بتائیں آپ نے سرمایہ کاری کی کیا حد مقرر کی ہے۔'' انیس نے دریافت کیا۔ ''معاف کیجیے گا، یہ میں یونہی پوچھ رہا ہوں۔''

''میرے ذہن میں بیس پچیس کروڑ تک کی سرمایہ کاری ہے۔'' مکرم نے بتایا۔

www.urdupalace.com

''ہاں، اتنے میں تو فیکٹری قائم ہو سکتی ہے۔'' انیس نے کہا۔

''مکرم صاحب، میں آپ کو ایک خطرے سے آگاہ کر دوں۔'' سعید، مکرم کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''آج کل ہمارے شہر میں کوئی بڑا فراڈی انسان وارداتیں کرتا پھر رہا ہے۔ اس کا نشانہ آپ جیسے صنعت کار اور کاروباری بن رہے ہیں۔ پولیس اسے ہزار چہرے والے کے نام سے یاد کرتی ہے۔''

''جی ہاں، میں نے بھی اس کے بارے میں سن رکھا ہے لیکن کیا ایسے کسی آدمی کا وجود ہے یا صرف ایک کہانی ہے۔''

''کہانی نہیں ہے جناب۔ میرا ایک دوست پچھلے دنوں اپنے بیس لاکھ اس کے چکر میں گنوا چکا ہے۔ آپ لوگوں سے ڈیلنگ کرتے ہوئے ہوشیار رہیے گا۔ اس کے ہزار چہرے ہیں۔ نہ جانے کس روپ میں آپ کے سامنے آجائے۔''

''ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت آپ ہی کے روپ میں میرے سامنے بیٹھا ہو۔'' مکرم نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ممکن ہے۔'' سعید بھی ہنس پڑا۔ ''اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ بہت ہوشیار ہو کر معاملات کیجیے گا۔''

''آپ کے اس مشورے کا بہت بہت شکریہ۔'' مکرم نے کہا۔ ''لیکن میں اندھے سودے کرنے کا قائل نہیں ہوں، میں نے اب تک جن سے باتیں کی ہیں، بہت سوچ سمجھ کر کی ہیں۔ ویسے میں اور بھی زیادہ محتاط ہونے کی کوشش کروں گا۔''

جس وقت اس کمرے میں یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ اس وقت اس کمرے کے دروازے کے باہر ایک آدمی اس طرح کھڑا تھا جیسے وہ اندر کی سن گن لے رہا ہو۔

وہ لمبے قد کا آدمی تھا۔ سیاہ سوٹ میں اس کی شخصیت بہت پُراسرار دکھائی دے رہی تھی۔ کسی کی آہٹ سن کر وہ جلدی سے ایک طرف ہٹ گیا۔

آنے والا ہوٹل کا ویٹر تھا جو حیرت سے اس آدمی کو دیکھ رہا تھا۔

''ویٹر!'' اس پُراسرار آدمی نے ویٹر کو آواز دی۔ اس دوران وہ دروازے سے کچھ اور دور ہٹ آیا تھا۔

''یس سر۔'' ویٹر نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔ ''میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟''

''کمرا نمبر پانچ میں مسٹر مکرم ٹھہرے ہیں۔'' اس نے کہا۔ ''وہ اس وقت اپنے روم میں نہیں ہیں۔ تم انہیں میرا یہ کارڈ دے دینا۔'' اس نے اپنی جیب سے ایک کارڈ اور سو کا ایک نوٹ نکال کر ویٹر کی طرف بڑھا دیا۔ ''لو یہ رکھ لو۔''

''یہ کیا ہے سر۔'' ویٹر نے گھبرا کر پوچھا۔

''تمہاری ٹپ۔'' اس نے کہا۔ ''بات یہ ہے کہ میں ایک انشورنس ایجنٹ ہوں۔ مسٹر مکرم براہِ راست مجھے نہیں جانتے۔ تم میرا کارڈ انہیں دینے کے ساتھ یہ کہہ دینا کہ میں یہاں اکثر آتا رہتا ہوں۔ بس اتنا سا کام ہے۔ فرنانڈس نام ہے میرا، نام تو یاد رہے گا نا؟''

''یس سر۔'' ویٹر نے نوٹ جیب میں رکھ کر مستعدی سے جواب دیا۔ ''آپ بے فکر رہیں۔ مجھے آپ کا نام ہمیشہ یاد رہے گا۔''

''گڈ۔'' اس آدمی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔ ''اب میں چلتا ہوں۔''

پھر وہ پُراسرار آدمی بڑے باوقار انداز سے لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆

جلال کی سانسیں اُکھڑ رہی تھیں۔

وہ بہت پیارا بچہ تھا۔ گیارہ برس کا۔ باپ کی آنکھوں کا تارا۔ باپ کی زندگی۔ ماں کی موت کے بعد باپ ہی نے اس کی پرورش کی تھی۔ ماں بن کر پالا تھا اس کو۔ اپنی ساری محبت اس پر نچھاور کر دی تھی لیکن اتنی محبت کے باوجود وہ جلال کو موت کے منہ میں جانے سے نہیں روک سکتا تھا۔

جلال خون کے کینسر میں مبتلا تھا۔ موت، بے رحم اور بے حس موت اس کے بہت قریب آ چکی تھی۔ باپ کے پاس اتنے وسائل نہیں تھے کہ وہ اپنے لختِ جگر کا علاج کسی مہنگے اسپتال میں کرا سکتا۔ اسی لیے اس نے اپنے بیٹے کو ایک ایسے اسپتال میں ڈال دیا تھا جو ایک فلاحی ادارے کے تحت کام کرتا تھا۔

ویسے تو یہاں ہر طرح کا خیال رکھا جا رہا تھا۔ مگر کبھی کبھی پریشانیاں بھی ہو جاتیں یا کبھی کوئی دوا نہیں ہے۔ وہ اپنے بیٹے سے اپنا چہرہ چھپا کر رویا کرتا۔ اس کو اپنے بیٹے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھے ایک عرصہ گزر گیا تھا۔ وہ بھول چکا تھا کہ اس کا بیٹا بھی کبھی ہنستا مسکرایا کرتا تھا۔ کبھی ضد کیا کرتا۔ کبھی دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلا بھی کرتا تھا۔ یہ سارے خوب صورت دن خواب ہو کر رہ گئے تھے۔

ایک شام جب وہ اپنے بیٹے کے پاس اسپتال آیا تو اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس کے بیٹے کے چہرے پر

www.urdupalace.com

خوشیوں کا عکس تھا۔ وہ تکلیف اور کرب کے باوجود مسکرا رہا تھا۔

یہ دیکھ کر باپ کا دل خوشی سے نہال ہو گیا۔

''جانتے ہیں ابو، آج یہاں کیا ہوا تھا۔'' بیٹے نے پوچھا۔

''نہیں بیٹے، میں تو نہیں جانتا، تم بتاؤ۔'' باپ اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

''آج یہاں ایک جوکر آیا تھا ابو۔'' بیٹے نے بتایا۔ ''بہت زبردست جوکر، اس نے ہم سبھوں کو اتنا ہنسایا، اتنا ہنسایا کہ میں بتا نہیں سکتا۔''

''واہ، پھر تو جوکر انکل بہت اچھے ہوئے نا۔''

''ہاں وہ بہت اچھے تھے۔'' بیٹے نے بتایا۔ ''انہوں نے ہم سب کو ڈھیر سارے تحفے بھی دیے ہیں۔ یہ دیکھیں میرے تحفے۔'' بچے نے برابر میں رکھی ہوئی چھوٹی کیبنٹ کی طرف اشارہ کیا۔ ''اس میں رکھے ہیں۔''

باپ نے کیبنٹ کھول کر دیکھا۔ اس میں قیمتی کھلونے بھرے ہوئے تھے۔

''ارے، اتنے سارے کھلونے۔''

''ہاں ابو، انہوں نے تو ڈھیر ساری دوائیاں بھی دی ہیں۔'' بیٹے نے مزید بتایا۔ ''ابو جوکر انکل بہت اچھے ہیں۔ میں بہت دنوں سے ہنسا نہیں تھا نا، اسی لیے خوب ہنسا ہوں۔ سارے بچے ہنس رہے تھے۔''

باپ کی آنکھوں میں اس جوکر کے لیے احسان مندی کے جذبات جاگ اٹھے۔ اس نے ایک بڑا کام کیا تھا۔ یہ سعادت ہر ایک کے حصے میں نہیں آیا کرتی۔ خوشیاں بانٹنے کا عمل کچھ اور ہوا کرتا ہے۔ ایسی کاوشیں دلوں میں براہِ راست اپنا راستہ بنا لیتی ہیں۔

''ابو، آپ مجھ سے ایک وعدہ کریں۔'' بیٹے نے کہا۔

''کہو بیٹا، کیسا وعدہ کروں۔''

''یہی کہ آپ بھی بچوں کو ہنسایا کریں گے۔''

باپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ''ٹھیک ہے بیٹا، میں بھی تمہارے جوکر انکل کی طرح بچوں کو ہنسایا کروں گا۔''

بیٹے نے اس طرح آنکھیں بند کر لیں جیسے باپ کا یہ وعدہ سن کر اسے سکون مل گیا ہو۔ باپ بیٹے کو چھوڑ کر ڈیوٹی روم میں آ گیا جہاں دو چار نرسیں بیٹھی ہوئی تھیں۔

''میرا بیٹا بتا رہا تھا کہ اس کے وارڈ میں کوئی جوکر آیا تھا۔'' اس نے پوچھا۔

''ہاں، ایک جوکر آیا تھا۔ بہت مزے مزے کی حرکتیں کر کے گیا ہے۔''

''کیا مجھے اس کا پتا مل سکے گا۔'' اس نے پوچھا۔ ''میں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ وہ میرے بیٹے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لے آیا ہے۔''

''ہاں، اور بھی کئی والدین اس کا پتا دریافت کر رہے ہیں لیکن ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔''

''وہ آئے تو اسے بتا دیجیے گا کہ اسے دعائیں دینے والوں میں ایک اور کا اضافہ ہو گیا ہے۔''

☆☆☆

تنویر کو فرنانڈس کا انتظار تھا۔ لیکن وہ اس سے ملنے نہیں آیا۔

تنویر، مکرم کے نام سے ہوٹل میں مقیم تھا۔ اس کے بھائی توقیر نے اس کے میک اپ اور گیٹ اپ میں اپنا کمال دکھا دیا تھا۔ اب وہ ایک جوان شخص کے بجائے ادھیڑ عمر کا باوقار تاجر دکھائی دینے لگا تھا۔

پلاننگ کے مطابق اس نے ایک پریس کانفرنس بھی کی تھی۔ جس میں اعلان کیا تھا کہ وہ بھاری سرمایہ کاری کی غرض سے آیا ہے۔ گویا اس نے ہر انداز سے ہزار چہرے والے کے لیے اپنے جال بچھا دیے تھے لیکن وہ ابھی تک اس کے پاس نہیں آیا تھا۔

صرف ایک بار کسی فرنانڈس کا کارڈ ملا تھا۔ یہ کارڈ ویٹر نے دیا تھا۔ اس کارڈ پر ایک پتا بھی درج تھا۔ لیکن اس پتے پر فرنانڈس نام کا کوئی آدمی نہیں تھا۔ تنویر کے خیال میں یہ فرنانڈس وہی ہزار چہرے والا تھا لیکن پرابلم یہ تھا کہ وہ اس سے ملنے نہیں آیا تھا۔

تنویر کو اپنا منصوبہ ناکام ہوتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

''ہزار چہرے والے نے اس دوران اور کئی وارداتیں کر ڈالیں۔ وہی اپنے مخصوص انداز میں۔ اور پولیس اس کی تلاش میں ناکام ہو کر اپنا سر پیٹتی رہ گئی تھی۔

بالآخر تین چار دنوں کے بعد تنویر کو اس کے آفیسرز نے واپس بلا لیا تھا۔

''سر! یہ ٹھیک ہے کہ میرا منصوبہ ناکام ہو گیا ہے۔'' اس نے اپنے آفیسر سے کہا۔ ''لیکن پلیز، آپ یہ کیس میرے پاس ہی رہنے دیں۔ کیونکہ اس شخص کی گرفتاری میرے لیے چیلنج بن گئی ہے۔ میں ہر حال میں اسے گرفتار کر کے رہوں گا۔''

''کیا تمہارے ذہن میں کوئی اور ترکیب ہے؟''

www.urdupalace.com

"فی الحال تو کوئی نہیں ہے سر۔ لیکن سوچتے سوچتے کوئی نہ کوئی راہ نکل ہی آئے گی۔" اس نے کہا۔ "میں ناکام تو ہو گیا ہوں لیکن مجھے ایک سراغ مل گیا ہے۔ یعنی اس کیس کی اسٹڈی کرنے کے بعد اس شخص کی ایک عادت سامنے آئی ہے۔"

"اچھا، وہ کیا؟"

"وہ یہ ہے سر کہ یہ شخص جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے دن کوئی واردات نہیں کرتا۔" تنویر نے بتایا۔ "پچھلے کئی ہفتوں کی خبریں یہ بتا رہی ہیں کہ اس نے جو کچھ کیا وہ ان دنوں کے علاوہ کیا ہے۔"

"بہت خوب، یہ تو بہت دلچسپ بات ہے لیکن اس سے کیا پتا چلتا ہے؟"

"اس سے اس کی کسی کمزوری کا پتا چل رہا ہے سر۔" تنویر نے کہا۔

"ہاں، اس کی کسی کمزوری یا عادت کا پتا تو چل رہا ہے لیکن صرف یہی معلوم ہو جانے پر تو اس کا سراغ نہیں مل سکتا۔ بہرحال یہ کیس تمہارے ہی پاس ہے۔"

تنویر گھر واپس آیا تو اس کا بھائی توقیر ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی برآمدے میں بید کی کرسی پر بیٹھا نہ جانے کن خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔

تنویر نے اس کے پاس پہنچ کر بڑے پیار سے آواز دی۔ "توقیر بھائی۔"

توقیر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ "اوہ، تم آ گئے، کب آئے؟"

"بس ابھی ابھی آیا ہوں۔" تنویر اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ "توقیر بھائی، آپ نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے۔"

"کیوں، کیا خرابی ہے میرے حال میں۔ میں ٹھیک تو ہوں۔"

"نہیں بھائی، آپ ٹھیک ہی تو نہیں ہیں۔ آپ نے تو یہ دنیا ہی تیاگ دی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے آپ نے زندگی سے منہ موڑ لیا ہو۔ نہیں توقیر بھائی، ایسا نہ کریں، خود کو سنبھالیں۔ کہیں آئیں جائیں، تفریح کریں، دنیا ابھی ختم نہیں ہوئی ہے بھائی۔"

توقیر مسکرا دیا۔ "تم تو آج کسی بزرگ کی طرح نصیحتیں کر رہے ہو۔ اچھا یہ بتاؤ تمہارے اس ہزار چہرے والے کا کیا بنا؟"

"کچھ نہیں ہوا۔ وہ کم بخت ہاتھ ہی نہیں آ رہا۔ اب اتنے بڑے شہر میں اسے کیسے تلاش کیا جائے۔"

"شاید میرے میک اپ میں کوئی خرابی رہ گئی ہو۔"

"ارے نہیں توقیر بھائی۔ آپ نے تو ایسا میک اپ کیا تھا کہ خود میرے ساتھ والے مجھے نہیں پہچان سکے تھے لیکن وہ میرے پاس ہی نہیں آیا۔ لگتا ہے کہیں اور مصروف ہو گیا ہو۔ بہرحال وہ بچ کر نہیں جا سکتا۔ اس کی ایک عادت ہمارے علم میں آ گئی ہے۔"

"وہ کون سی؟"

"وہ یہ کہ وہ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو کوئی واردات نہیں کرتا۔" تنویر نے بتایا۔

"تو اس علم سے تم اُسے کیسے پکڑ پاؤ گے؟" توقیر ہنس پڑا۔

"یہی بات تو سمجھ میں نہیں آ رہی۔" تنویر بے بسی سے بولا۔ "ویسے ایک بات تو بتائیں، آپ کے ذہن میں کیا آتا ہے یعنی وہ ان تین دنوں کوئی واردات کیوں نہیں کرتا؟"

"اس کی بے شمار وجوہات ہو سکتی ہیں۔" توقیر کچھ سوچ کر بولا۔ "مثال کے طور پر وہ کسی خاص عقیدے یا مسلک سے تعلق رکھتا ہو اور یہ تین دن اس کے لیے بہت احترام کے دن ہوں یا پھر یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ان تین دنوں میں شہر سے باہر چلا جاتا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تین دن عام طور پر کاروباری چھٹیوں کے ہوتے ہیں، اس لیے اسے واردات کا موقع نہ ملتا ہو۔"

"ہاں کچھ اسی قسم کی باتیں ہو سکتی ہیں۔" تنویر نے گردن ہلائی۔ "بہرحال چھوڑیں اس کو، آپ اپنی طرف توجہ دیں۔ آپ کو اس حال میں دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے۔"

توقیر کے پاس اس بات کے جواب میں ایک پیار بھری مسکراہٹ کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

☆☆☆

آج گڑیا بھی جوکر کا تماشا دیکھنے کے لیے آئی ہوئی تھی۔

جوکر اس شام بھی بچوں کے لیے ڈھیر سے تحائف اور دوائیں وغیرہ لے کر آیا تھا۔ بچوں کو اب اس کی آمد کا انتظار رہنے لگا تھا۔

وہ بچوں کے لیے اب صرف ایک جوکر نہیں بلکہ جوکر انکل تھا۔ اس کے وارڈ میں داخل ہوتے ہی جوکر انکل، جوکر انکل کی صدائیں بلند ہونے لگتیں اور وہ بچوں میں پیار تقسیم کرنے میں مصروف ہو جاتا۔

www.urdupalace.com

ایک شام ڈاکٹر نازیہ نے اس سے کہا۔ ''آپ یہ بتائیں، ہم لوگ آپ کو کیا کہیں۔ بچے تو جوکر انکل کہہ کر مخاطب کر لیتے ہیں لیکن ہم تو جوکر نہیں کہہ سکتے نا۔''

''کیوں نہیں کہہ سکتیں، جب میں جوکر ہوں تو جوکر ہی کہیں۔''

''دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے آج تک آپ کی اصل صورت نہیں دیکھی۔ آپ جب آتے ہیں آپ کے چہرے پر اتنا رنگ و روغن ہوتا ہے کہ آپ کی اصل صورت کا سراغ نہیں ملتا۔''

''کیا کرنا ہے میری اصل صورت دیکھ کر۔ میں بہت بدصورت آدمی ہوں۔'' جوکر ہنس کر بولا۔

''ہماری ایک چھوٹی سی بچی ہے۔ ہم اُسے پیار سے گڑیا کہتے ہیں۔ وہ آپ سے ملنے کے لیے بے چین ہو رہی ہے۔'' نازیہ نے بتایا۔

''کوئی بات نہیں۔ میں جب یہاں آؤں تو آپ اسے لے آئیں۔'' جوکر نے کہا۔ ''ہوسکتا ہے کہ آپ کی گڑیا سے میری دوستی ہو جائے۔''

تو اس طرح گڑیا آج جوکر کا تماشا دیکھنے چلی آئی تھی۔

جوکر اس سے ہاتھ ملانے کے بعد دوسرے بچوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ اچھل رہا تھا۔ بے ہنگم آوازیں نکال رہا تھا۔ بُرے بُرے سے منہ بنا رہا تھا اور بچے اس کی حرکتیں دیکھ دیکھ کر خوشی سے نہال ہوئے جا رہے تھے۔ ان بچوں کے لیے خوشیوں کا ایسا موقع شاید ہی آتا ہوگا۔

''ممی۔'' گڑیا نے نازیہ سے کہا۔ ''آپ جوکر انکل سے میری دوستی کرا دیں نا۔''

''کیوں بھئی، کیا جوکر انکل بہت اچھے لگے ہیں۔'' نازیہ نے مسکرا کر پوچھا۔

''ہاں، بہت اچھے، دیکھیں نا، سب ہنس رہے ہیں۔ میں بھی ہنس رہی ہوں۔''

''ٹھیک ہے بھئی، ابھی یہ اپنا تماشا ختم کر دیں تو پھر تم سے ملاقات کروا دیتی ہوں۔'' نازیہ نے کہا۔

جوکر اپنا تماشا ختم کر کے جب جانے لگا تو نازیہ نے آواز دے کر اسے روک لیا۔ ''جوکر صاحب! میری بیٹی سے تو دوستی کرتے جائیں۔''

''ہاں، ہاں کیوں نہیں۔'' جوکر گڑیا کے پاس آ گیا۔ ''یہ تو واقعی بہت پیاری سی گڑیا ہے۔''

''جوکر انکل، آپ کہاں رہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟'' گڑیا جوکر سے باتوں میں مشغول ہو گئی تھی۔

جوکر کو بھی گڑیا بہت اچھی لگی تھی۔ اس کی معصوم باتیں، معصوم انداز اور بھولے بھالے سوالات۔ جوکر اس سے بہت دیر تک باتیں کرتا رہا تھا۔ پھر وہ گڑیا کو پیار کر کے اسپتال والوں سے اجازت لے کر رخصت ہو گیا۔

''میں نے اپنی زندگی میں ایسا جوکر کبھی نہیں دیکھا۔'' جوکر کے جانے کے بعد ایک ڈاکٹر نے کہا۔

''ہاں یہ تو ہے۔'' نازیہ نے گردن ہلائی۔ ''لیکن مجھے یہ شخص کوئی پروفیشنل جوکر معلوم نہیں ہوتا۔ میرا مطلب ہے کہ اس کی لائف کچھ اور ہے اور کرتا کچھ اور ہے۔ اس کی گفتگو کا انداز اسے تعلیم یافتہ ظاہر کر رہا ہے۔ وہ صرف بچوں کے لیے جوکر بن گیا ہے۔''

''لیکن کیوں، بچوں کو بہلانے کے لیے ایسی حرکتیں تو کوئی بھی نہیں کرتا ہوگا۔''

''ہوسکتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی کہانی چھپی ہوئی ہو۔'' نازیہ نے کہا۔ ''ہوسکتا ہے کہ اس طرح اس نے غم جاناں کو غم دوراں بنا لیا ہو۔ کون جانے، کس چہرے کے پیچھے کتنے دکھ ہوتے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا۔''

''ممی۔'' گڑیا بول پڑی۔ ''میں نے جوکر انکل کو اپنے گھر آنے کے لیے کہا ہے۔''

''وہ کیوں؟''

''میں انہیں اپنے کھلونے دکھانا چاہتی ہوں۔''

''اچھا، تو کیا وہ آئیں گے۔''

''ضرور آئیں گے، انہوں نے وعدہ کیا ہے۔''

ڈاکٹر نازیہ اگر وہ شخص آپ کے گھر آ جائے تو ذرا اسے کریدنے کی کوشش کریں۔ وہ آپ سے خاصا مانوس معلوم ہوتا ہے۔''

''ضرور، میں تو خود اس کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔''

☆☆☆

پچھلے کئی دنوں سے سکون تھا۔

ہزار چہرے والے نے یا تو کوئی واردات نہیں کی تھی یا اس کی کوئی واردات سامنے نہیں آئی تھی۔ کچھ کا یہ خیال تھا کہ وہ شہر چھوڑ گیا ہے لیکن تنویر سمجھتا تھا کہ ایسا ہو نہیں سکتا۔ جس شخص کو ایک بار جرم کی چاٹ لگ جائے اس کا بدلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس خاموشی کا مطلب یہ ہوسکتا تھا کہ یا تو وہ بیمار ہے یا اسے کوئی بڑا چانس نہیں مل سکا۔

پھر اس خاموشی کی وجہ بھی سامنے آ گئی۔

www.urdupalace.com

وہ ایک پولیس والا تھا جس نے وہ لاش دریافت کی تھی۔ یہ دریافت اتفاقاً ہوئی تھی۔ پولیس والا اُدھر سے گزر رہا تھا کہ اس نے کچرے کے پاس کچھ کتوں کو ڈھیر کریدتے ہوئے دیکھا۔ ویسے تو یہ ایک عام سی بات تھی۔ پورے شہر میں کچرے کے ڈھیر لگے رہتے اور کتے انہیں کریدتے رہتے۔ لیکن اس پولیس والے کے دھیان دینے کی وجہ یہ تھی کہ اس میں ایک انسانی جسم بھی دکھائی دے رہا تھا۔

وہ کسی ایسے انسان کی لاش تھی جسے گولی مار کر ہلاک کرنے کے بعد اس کی لاش کو کچرے کے ڈھیر پر لا کر پھینک دیا گیا ہو اور کتے اس کے مردہ بدن کی ضیافت کے لیے جمع ہو گئے تھے۔

پولیس والے نے فوری طور پر اپنے حکام کو اس کی خبر دی۔ ذرا سی دیر میں پولیس کی کئی گاڑیاں وہاں پہنچ چکی تھیں۔

لاش کے پوسٹ مارٹم کے دوران ایک حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ لاش کے چہرے پر میک اپ تھا۔ یعنی ایک چہرے کے پیچھے دوسرا چہرہ۔ اس کی جیبوں سے کئی عدد وزیٹنگ کارڈز بھی نکلے تھے۔ ایک کارڈ فرنانڈس کے نام کا تھا اور بھی کئی کارڈز تھے اور ان کارڈز کے سارے پتے جعلی ثابت ہوئے تھے۔ سوال یہ تھا کہ مرنے والا کون تھا؟

''سر! مجھے وہ لاش ہزار چہرے والے کی معلوم ہوتی ہے۔'' تنویر نے اپنے افسران سے کہا۔

''یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو؟''

''اس لاش کی نوعیت بھی یہی بتا رہی ہے سر۔'' تنویر نے کہا۔ ''پہلی بات تو یہ ہے کہ اس آدمی نے اپنے چہرے پر میک اَپ کر رکھا تھا۔ ہزار چہرے والا بھی ہزار چہروں کے ساتھ سامنے آیا کرتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے پاس سے کئی عدد کارڈز ملے ہیں۔ ان میں سے ایک فرنانڈس کا ہے۔ اسی نام کا ایک آدمی مجھ سے ہوٹل میں ملنے آیا تھا اور تیسری سب سے اہم بات ہے کہ پچھلے کئی دنوں سے شہر میں دھوکا دہی کی کوئی واردات نہیں ہوئی۔ اس کا مطلب یہی ہوا کہ جب وہ زندہ ہی نہیں ہے تو واردات کیا کرتا۔''

''ہوں، تمہاری باتیں سمجھ میں تو آ رہی ہیں۔ یعنی ہزار چہرے والے کی فائل بند ہو گئی۔''

''لیکن اس کے ساتھ ہی ایک دوسری فائل کھل گئی ہے سر۔'' تنویر نے کہا۔ ''یعنی خود ہزار چہرے والے کو کس نے مارا۔ کون ہے اس کا قاتل۔''

''یہ واقعی ایک نئی اُلجھن ہے۔ بہر حال یہ کیس شروع سے تمہارے پاس تھا۔ اب تم ہی کو اس کے قاتل کے پکڑنے کی ذمّے داری بھی دی جا رہی ہے۔''

تنویر گھر واپس آیا تو اسے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ توقیر گھر پر نہیں تھا۔ وہ اب باہر آنے جانے لگا تھا۔ بہت دنوں کے بعد اس نے زندگی میں دلچسپی لی تھی۔

ورنہ بیوی اور بچے کی موت کے بعد وہ صرف گھر یا قبرستان کا ہو کر رہ گیا تھا۔ اس نے کہیں آنا جانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ وہ ایک پڑھا لکھا، باوقار اور مہذب شخص تھا لیکن اسے میک اَپ آرٹسٹ بننے کا شوق رہا تھا۔ اس نے باہر جا کر اس ہنر کی تعلیم حاصل کی تھی۔

پہلے تو دردر کی ٹھوکریں کھائیں۔ بالآخر اس کے ہنر کی شناخت ہونے لگی۔ انگلینڈ کے تھیٹر میں کام ملنے لگا۔ پھر وطن واپس آیا تو فلم والوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ اس فیلڈ میں اس کا کوئی ثانی نہیں رہا۔ فلم والوں کی یہ خواہش ہوا کرتی کہ ان کی فلم کا میک اَپ اور گیٹ اَپ توقیر ہی کا ہو۔

اس کے پاس پیسے آنے لگے۔ اخبارات اور رسائل اس کے فن کو سراہا کرتے۔ اس نے بے شمار ایوارڈز حاصل کیے۔ پھر اس کی زندگی میں ایک حادثہ رونما ہوا۔

بلکہ یکے بعد دیگرے دو حادثے ہوئے اور وہ ذہنی طور پر برباد ہو کر رہ گیا۔

پہلا حادثہ بیوی کی موت کا تھا۔ وہ ایک ایکسیڈنٹ کا شکار ہو کر مری تھی۔ اپنے بچے خرم کی خاطر توقیر نے اس حادثے کا دکھ برداشت کر لیا۔ اس کی محبتوں کا محور اب صرف اس کا بیٹا تھا۔ پھر خرم بھی بیمار ہو گیا۔ انتہائی شدید بیمار۔ اور اس بیماری نے اس کی زندگی کا چراغ گل کر دیا۔

بس اس کے بعد سے توقیر گھر یا قبرستان کا ہو کر رہ گیا۔ اس نے اپنے کام کو بھی خیر باد کہہ دیا۔ آنا جانا چھوڑ دیا۔ تنویر کو یہ سب دیکھ کر بہت دکھ ہوا کرتا۔ تنویر کے لیے بھی اس کی زندگی میں اس کے بھائی توقیر کے سوا کوئی نہیں تھا۔

والدین کی موت کے بعد دونوں بھائی ہمیشہ ایک ساتھ ہی رہے۔ توقیر ہی نے تنویر کی پرورش کی تھی۔ ایک مہربان باپ کی طرح۔ اسی لیے تنویر کو اپنے بھائی سے بہت محبت تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کا بھائی اوروں کی طرح زندگی میں دلچسپی لے۔ غم تو بہت وزنی ہوتے ہیں۔ لیکن اب ایسا بھی نہیں کہ ان غموں کے بوجھ سے گھبرا کر انسان دنیا ہی کو تیاگ دے۔

www.urdupalace.com

اس دن توقیر بہت دیر کے بعد واپس آیا تھا۔ معمول کے برعکس وہ بہت خوش دکھائی دے رہا تھا اور مطمئن سا۔ اس اطمینان اور خوشی کا اظہار اس کے چہرے سے ہو رہا تھا۔

''خدا مبارک کرے توقیر بھائی۔'' تنویر نے کہا۔ ''آج آپ بہت خوش دکھائی دے رہے ہیں۔''

''ہاں، میں واقعی بہت خوش ہوں۔'' توقیر مسکرا کر بولا۔ ''بلکہ پچھلے کئی ہفتوں سے ایسی خوشیاں مجھے ملنے لگی ہیں۔''

''ذرا مجھے بھی تو بتائیں کون ہے وہ جس نے میرے بھائی کے دامن میں خوشیاں بھر دی ہیں؟''

''تم غلط سمجھ رہے ہو، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' توقیر نے کہا۔ ''بلکہ میں اپنے بیٹے خرم کی روح کو خوش ہوتا ہوا محسوس کر رہا ہوں کیونکہ میں اس کی آخری خواہش پوری کر رہا ہوں۔''

''کون سی خواہش؟''

''میرے بھائی، میں بچوں کو خوش کرنے، انہیں ہنسانے کے لیے اسپتال جایا کرتا ہوں۔'' توقیر نے بتایا۔

''میں نہیں سمجھا۔''

''تمہیں یاد ہوگا خرم جب اسپتال میں تھا۔ ایک بار اس کے وارڈ میں ایک جوکر آیا تھا۔ اس جوکر نے اسے اور دوسرے بچوں کو بہت ہنسایا تھا۔ پھر خرم نے مجھ سے خواہش کی تھی کہ میں بھی اس جوکر کی طرح بچوں کو ہنسایا کروں، تو میرے بھائی، میں اس کی خواہش میں بہت سے مایوس بچوں کے لیے ان کا جوکر انکل بن گیا ہوں۔''

''کیا؟'' تنویر نے حیرت سے اپنے بھائی کی طرف دیکھا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں، تنویر۔'' توقیر کی آواز کھوئی کھوئی سی تھی۔ ''تم اس خوشی کا اندازہ نہیں کر سکتے جو اُن بچوں کو خوش دیکھ کر مجھے حاصل ہوتی ہے۔ میں جب اپنے چہرے کو رنگوں سے سجا کر ان کے سامنے الٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہوں تو ان کے اداس چہروں کی مسرت اور حیرت مجھے ایسا اطمینان دے دیتی ہے جو خرم کی موت کے بعد کبھی نہیں ملا تھا۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے یہ سارے بچے میرے ہی ہوں۔ میرے اپنے خرم۔ اور میں ایک باپ بن کر ان کی خدمت کر رہا ہوں۔ انہیں پیار دے رہا ہوں۔''

تنویر اپنے بھائی کی طرف دیکھتا رہا۔ توقیر اس وقت سرشاری کی کیفیت میں تھا۔

''تمہیں معلوم ہوگا کہ میں نے اپنی زندگی میں بہت دولت کمائی۔ میرے فن نے مجھے ہمیشہ مالدار رکھا۔ اب وہی پیسے ان بچوں کے کام آرہے ہیں۔ میں شہر کے کئی اسپتال میں بچوں کے لیے ڈھیر سے تحفے اور قیمتی دوائیں لے کر جایا کرتا ہوں جو اُن بچوں کے کام آجاتی ہیں۔''

''بھائی! آپ بہت بڑا کام کر رہے ہیں۔'' تنویر کی آواز لرز رہی تھی۔ ''مجھے فخر ہے آپ پر۔ میں بھی کسی دن آپ کو دیکھنے آؤں گا۔''

☆☆☆

کوئی نہیں جانتا کہ حادثے کس انداز میں اور کہاں کہاں ہو سکتے ہیں۔

یہ حادثے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ انسان ان کے سامنے بے بس ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ اپنی بے بسی پر سوائے آنسو بہانے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔

سعید کی موت بھی اسی طرح ہوئی تھی۔ بالکل اچانک۔ گمان بھی نہیں تھا کہ وہ ہنستا کھیلتا، اپنی گڑیا سے بے پناہ پیار کرنے والا شخص اس طرح خاموش ہو جائے گا کہ کسی کی پکار کا بھی جواب نہیں دے گا۔ اس کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا اور اس ایکسیڈنٹ نے اس کی جان لے لی۔

ایسے حادثے برداشت ہوتے نہیں ہیں، کر لیے جاتے ہیں۔ زندہ رہ جانے والوں کی خاطر۔ نازیہ نے بھی برداشت کر لیا تھا کیونکہ اب اسے گڑیا کو دیکھنا تھا۔ اس کی پرورش کرنی تھی۔ اس کو ماں کے پیار کے ساتھ باپ کی شفقت بھی دینی تھی۔

گڑیا پورے گھر میں باپ کو تلاش کرتی پھرتی۔ کئی دنوں تک تو نازیہ کو کچھ ہوش ہی نہیں رہا تھا۔ اس کے اعصاب منجمد ہو کر رہ گئے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے سب کچھ جھوٹ ہو۔

سعید کی موت جھوٹی ہو۔ محلے والے، عزیز رشتے دار سب اس سے جھوٹ بول رہے ہوں۔ سعید مرا نہیں ہو۔ وہ زندہ ہو۔ صرف نازیہ اور گڑیا کو پریشان کرنے، انہیں ستانے کے لیے کہیں چھپ گیا ہو۔ وہ پہلے بھی اس قسم کا کھیل کھیلتا تھا۔ پھر سامنے آجاتا۔ ایک بار پھر سامنے آجائے گا۔ لیکن وہ نہیں آیا۔

اس خوب صورت گھر کے در و دیوار پر اداسی مسلط ہو گئی۔ آنے جانے والوں کی تعداد میں کمی ہوتی چلی گئی اور ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ لوگ کچھ دنوں تک تو ساتھ دیتے ہیں پھر تنہائی ہو جاتی ہے اور اس تنہائی کے دوران ایک آدمی نازیہ سے ملنے اس کے گھر آگیا۔ نازیہ اسپتال نہیں جا رہی

www.urdupalace.com

تھی۔ آنے والا اس کے لیے اجنبی تھا۔ لیکن اس کی آواز کچھ جانی پہچانی لگ رہی تھی۔

''میں نے جب آپ کے شوہر کے انتقال کی خبر سنی تو یقین کریں مجھے بہت افسوس ہوا۔ نہ جانے ایسا کیوں ہوتا ہے۔ خوشیاں راس کیوں نہیں آتیں۔ ہنستا بستا گھر ویران کیوں ہو جاتا ہے۔ کاش کسی کے پاس اس سوال کا جواب ہوتا۔''

''آپ کی ہمدردی کا بہت بہت شکریہ۔'' نازیہ دھیرے سے بولی۔ ''لیکن میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ ویسے آپ کی آواز کچھ جانی پہچانی لگ رہی ہے۔''

''میں وہی ہوں جو کسی کو اداس نہیں دیکھ سکتا ڈاکٹر نازیہ۔'' اس نے کہا۔ ''جو بچوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لایا کرتا ہے۔ آپ کے اسپتال میں آنے والا جوکر۔''

''کیا؟'' نازیہ کو جھٹکا سا لگا تھا۔ ''آپ...... آپ وہی ہیں؟''

''ہاں، میں وہی ہوں۔ ویسے میرا نام توقیر ہے۔''

''ارے آپ تو خاصے معقول انسان ہیں۔'' نازیہ بول پڑی پھر خود ہی جھینپ گئی۔

''جی ہاں۔'' توقیر مسکرا دیا۔ ''آپ نے اس لیے نہیں پہچانا ہوگا کہ میں اپنے چہرے پر دنیا بھر کے رنگ تھوپ کر سامنے آیا کرتا ہوں۔''

اس دوران گڑیا بھی دوسرے کمرے سے آگئی۔ وہ نازیہ کے پاس آکر کھڑی ہوگئی۔

''بیٹا! یہ تمہارے جوکر انکل ہیں۔'' نازیہ نے بتایا۔

''ہاں بیٹا، میں تمہارا جوکر انکل ہوں۔'' توقیر نے کہا۔ ''آؤ میرے پاس آؤ۔''

''جوکر انکل، آپ ایسے کیوں ہوگئے؟''

''بیٹا، میں ایسا ہی ہوں۔'' توقیر نے کہا۔ ''وہ تو میں تم لوگوں کو ہنسانے کے لیے جوکر بن کر آتا ہوں۔''

''میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔ جب تک آپ گڑیا سے باتیں کریں۔''

نازیہ ملازمہ کو ہدایت دے کر جب واپس آئی تو گڑیا توقیر سے گھل مل کر باتیں کر رہی تھی۔ بہت دنوں کے بعد وہ اچھی طرح کسی سے باتیں کر رہی تھی۔ اس کا جوکر انکل اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

نازیہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے اپنا چہرہ دوسری طرف کرلیا۔ توقیر نے اس کی کیفیت محسوس کرلی تھی۔

''دیکھیں۔'' اس نے کہا۔ ''اب آپ ہی اسے سنبھال سکتی ہیں، اسے تحفظ کا احساس دلا سکتی ہیں۔ اس معصوم کے لیے وہ وقت واپس تو نہیں آسکتا، لیکن آپ اسے ہنستی کھیلتی زندگی کی طرف ضرور لا سکتی ہیں۔''

''یہ اپنے ڈیڈی سے بہت اٹیچڈ تھی توقیر صاحب اور ان کا بھی یہ حال تھا کہ جب تک یہ سو نہیں جاتی، وہ جاگتے رہتے۔ دو قدم پر اسکول ہے لیکن خود پہنچانے جاتے تھے۔''

''اور ڈیڈی...... مجھے راستے میں کہانیاں بھی سناتے تھے۔ میں ان کی ٹائی کی ناٹ بھی ٹھیک کرتی تھی۔''

''ہاں، یہ ان کی عادت تھی۔ وہ جان بوجھ کر گڑیا کو ستانے کے لیے ناٹ غلط لگاتے تھے اور گڑیا ٹھیک کرتی تھی۔''

گڑیا نے رونا شروع کر دیا۔

''بری بات بیٹا اس طرح روتے نہیں ہیں۔ چلیں، میں آپ کو آئسکریم کھلا کر لاتا ہوں۔'' توقیر نے اجازت طلب نگاہوں سے نازیہ کی طرف دیکھا۔ ''کیا میں اسے لے جا سکتا ہوں؟''

''توقیر صاحب، آپ پر پورا بھروسا ہے مجھے۔'' نازیہ نے کہا۔

توقیر گڑیا کو لے کر چلا گیا۔ نازیہ کے لیے یہ بہت اچھا تھا کہ گڑیا کسی طرح باہر جانے پر راضی ہوگئی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں واپس آئے تو گڑیا ہنس رہی تھی۔ اس کے جوکر انکل نے کمال کر دکھایا تھا۔

☆☆☆

شہر کے ایک اور حصے میں کچھ جرائم پیشہ ایک کمرے میں موجود تھے۔

پولیس کو کچرے کے ڈھیر سے جو لاش ملی تھی اور بعد میں پتا چلا کہ اس کے چہرے پر میک اَپ ہے۔ میک اَپ صاف ہونے کے بعد جو چہرہ سامنے آیا وہ ایک بدمعاش شیدے کا تھا۔

پولیس کو بھی اس کی تلاش تھی اور اس گروہ کو بھی۔ شیدہ پہلے اسی گروہ میں شامل تھا پھر وہ اس گروہ کو دھوکا دے کر بھاگ نکلا تھا۔

اس گروہ کے سرغنہ کے حکم پر اسے قتل کر کے اس کی لاش کچرے پر پھینک دی گئی تھی۔ پھر کسی نے اس کے چہرے پر میک اَپ کر دیا تھا۔

کچھ دنوں کی بھاگ دوڑ کے بعد شیدے کا اصل قاتل گرفتار ہو گیا تھا لیکن اس کے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم تھا کہ لاش کے چہرے پر میک اَپ کیوں اور کس نے کیا تھا۔

www.urdupalace.com

پھر یہ بات واضح ہوگئی کہ لاش کے چہرے پر اس لیے میک اپ کیا گیا تھا کہ اس کو کوئی اور روپ دیا جائے۔ کوئی اور شخصیت ظاہر کیا جا سکے۔

لیکن ایسا کس نے کیا ہوگا؟

ظاہر ہے، ہزار چہرے والے نے۔ کیونکہ مرنے والے شیدے کی جیبوں سے جعلی وزیٹنگ کارڈز بھی ملے تھے۔ان میں ایک کارڈ فرنانڈس کا بھی تھا۔

شیدے کے قاتل کو بھی تنویر نے گرفتار کیا تھا۔گتھیاں سلجھنے کے بعد یہ بات سامنے آ گئی تھی کہ ہزار چہرے والا کسی کا قاتل نہیں ہے۔ بلکہ اس نے صرف اپنی شخصیت کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔

☆☆☆

گڑیا اب جوکر انکل سے بہت مانوس ہوگئی تھی۔

حالانکہ جوکر انکل اس کے گھر پر بالکل عام لوگوں کی طرح آتے۔ان کے چہرے پر رنگ بھی نہیں ہوتے تھے۔ ان کا لباس بھی بہت سلیقے کا ہوتا تھا۔وہ الٹی سیدھی حرکتیں بھی نہیں کرتے۔اس کے باوجود جوکر انکل سے اس کی دوستی ہو گئی تھی۔جوکر انکل اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔

نازیہ نے پھر سے اسپتال جانا شروع کر دیا۔ جہاں توقیر بچوں کو بہلانے کے لیے پہلے کی طرح جوکر بن کر آیا کرتا۔کبھی کبھی گڑیا بھی اس کا یہ تماشا دیکھنے کے لیے چلی آتی۔ اس وقت اسے بہت فخر کا احساس ہوتا۔دوسرے بچے تو جوکر انکل کو بس جوکر کے طور پر جانتے تھے لیکن گڑیا جانتی تھی کہ جوکر انکل کا اصل نام کیا ہے،ان کی صورت شکل کیسی ہے۔

نازیہ نے ایک دن توقیر سے دریافت کیا۔''توقیر صاحب! آخر آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔کیا دکھ ہے آپ کو؟''

''میں اپنے بیٹے سے کیا ہوا وعدہ نبھا رہا ہوں۔'' توقیر نے بتایا۔''وہ بھی خون کے مرض میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اس کی مسکراہٹ چھن گئی تھی پھر ایک شام میں نے اسپتال میں اسے ہنستے ہوئے دیکھا۔اس نے بتایا کہ ایک جوکر انکل بچوں کو ہنسانے کے لیے آئے تھے پھر اس نے مجھ سے یہ وعدہ لے لیا کہ میں بھی بچوں کو ہنسایا کروں گا۔بس میں بھی جوکر انکل بن گیا۔''

''گڑیا آپ سے بہت مانوس ہوگئی ہے۔'' نازیہ نے کہا۔''باپ کی موت کے بعد وہ بجھ کر رہ گئی تھی۔لیکن آہستہ آہستہ آپ کی وجہ سے اس کی مسکراہٹ بھی واپس آ رہی ہے۔یہ آپ کا بہت بڑا احسان ہے۔ویسے تو اسکول جاتے ہوئے آج بھی اپنے ڈیڈی کو اس کی نگاہیں تلاش کرتی رہتی ہیں۔''

''ہاں،آپ نے بتایا تھا کہ گڑیا ان ہی کے ساتھ اسکول جاتی تھی۔''

''صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ آپ کو یہ بھی بتا چکی ہوں کہ وہ شرارت کے طور پر اپنی ٹائی کی ناٹ غلط لگاتے تھے تو گڑیا اس کو ٹھیک کرتی تھی۔خدا جانے اچھے دن اتنی جلدی کیوں چلے جاتے ہیں۔''

''ہاں، اچھے دن ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ بے وفا سے۔ کچھ دیر کے لیے دل کو بہلائے رکھتے ہیں۔اس کے بعد کہیں گم ہوجاتے ہیں۔'' توقیر نے کہا۔

''اس کی باتیں نازیہ کو بہت اچھی لگتی تھیں۔اس شخص کے مزاج میں ایک خاص قسم کا ٹھہراؤ تھا۔ایک طرف تو اس کی الٹی سیدھی جوکروں والی حرکتیں اور دوسری طرف ایسا سلجھا ہوا انسان جس نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا تھا اور بہت سے غم اپنے سینے میں چھپا رکھے تھے۔

نازیہ کو اب اس کے آنے کا انتظار رہنے لگا تھا۔گھر پر یا اسپتال میں۔توقیر اس کے لیے اپنے دونوں روپ میں محترم ہوتا جا رہا تھا۔

نازیہ کی طرح گڑیا کو بھی اس کا انتظار رہنے لگا تھا۔ جوکر انکل بھی اس سے شاید اتنا ہی پیار کرتے تھے جتنا پیار اسے اپنے ڈیڈی سے ملا تھا۔

ایک شام توقیر جب نازیہ کے گھر آیا تو بہت اداس اور اُلجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔گڑیا اس وقت اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔

''خیریت تو ہے۔ آج آپ کچھ پریشان معلوم ہو رہے ہیں۔'' نازیہ نے پوچھا۔

''ہاں، کسی بڑے فیصلے پر پہنچنے سے پہلے انسان کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔'' توقیر نے کہا۔

''کیسا بڑا فیصلہ؟''

''ہوسکتا ہے کہ کل کے بعد میں بچوں کو خوش نہ کر سکوں۔ان کا جوکر انکل ان کے پاس نہ آئے۔کل کا تماشا آخری ہو۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، کیوں؟''

''بہتر یہی ہے کہ ابھی اس سوال کا جواب نہ لیں۔لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ شاید یہی میرے حق میں بلکہ شاید آپ کے حق میں بھی بہتر ہو۔ آپ کو اندازہ بھی نہیں ہوسکتا کہ میرے کتنے چہرے ہیں اور اب میرے لیے اتنے چہروں

www.urdupalace.com

کے ساتھ زندہ رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ آنے والے دنوں کی بھلائی کے لیے میں وہ راستہ اختیار کرلوں جو وقتی طور پر تو پریشان کرنے والا ہو۔ تکلیف دہ ہو۔ لیکن آگے جا کر سکون اور اطمینان دے سکے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ اور گڑیا اس جوکر کو کل کے بعد دیکھنا بھی پسند نہ کریں لیکن جوکر انکل کا آخری تماشا گڑیا کو ہمیشہ یاد رہے گا۔''

☆☆☆

تنویر آفس ہی میں تھا کہ کسی کا فون موصول ہوا۔ کوئی اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔

''ہیلو، میں انسپکٹر تنویر بول رہا ہوں۔'' تنویر نے کہا۔

''انسپکٹر صاحب، آج ایک بہت بڑے مجرم نے خود کو آپ کے حوالے کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

تنویر کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ یہ آواز کچھ مانوس سی معلوم ہو رہی تھی۔ ''کون ہو تم؟''

''ہزار چہرہ۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

''کیا؟''

''ہاں بھئی، کیا ہزار چہرے والے کو گرفتار کرنا پسند نہیں کرو گے؟''

تنویر نے اب وہ آواز پہچان لی تھی۔ ''توقیر، توقیر بھائی، یہ آپ بول رہے ہیں؟''

''ہاں میرے بھائی، یہ میں ہوں ہزار چہرہ۔ تمہارا بھائی توقیر۔''

''نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔'' تنویر یقین نہ کرنے والے انداز میں بولا۔

''ہاں بھائی، یہ سچ ہے۔ میں ہی ہوں ہزار چہرہ۔ لیکن میں نے کبھی کسی پر تشدد نہیں کیا۔ کسی کا خون نہیں کیا۔ کبھی کسی ایماندار تاجر یا دولت مند کو دھوکا نہیں دیا۔ دو نمبر کے لوگ میرا شکار بنتے رہے ہیں۔ البتہ دھوکا دینے کے لیے ایک ایسی لاش پر میک اپ کر دیا تھا جو کچرے کے ڈھیر پر پڑی تھی۔ اس کی جیبوں میں بہت سارے کارڈز ٹھونس کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی تھی کہ ہزار چہرے والا مر گیا ہے لیکن اب میں اپنے آپ کو خود ہی ظاہر کر رہا ہوں۔ ہاں ایک بات اور......''

وہ بول رہا تھا اور تنویر سکتے کے عالم میں یہ سب سن رہا تھا۔

''میرے بھائی، تمہیں اس بات کی اُلجھن تھی نا کہ ہزار چہرے والا جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے دن وارداتیں کیوں نہیں کرتا۔'' توقیر نے کہا۔ ''تو میرے بھائی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں یہ تین دن مریض بچوں کے ساتھ گزارا کرتا ہوں۔ آج میں اسپتال میں آخری شو دکھا رہا ہوں۔ کیا تم مجھے گرفتار نہیں کرو گے؟'' اپنا فرض ادا نہیں کرو گے؟''

تنویر کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ساری بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ جان گیا تھا کہ توقیر بھائی اتنے سارے بچوں میں تحائف اور دوائیں تقسیم کرنے کے لیے پیسے کہاں سے لایا کرتے تھے۔

''بتاؤ، تم آ رہے ہو ناں؟''

''آ رہا ہوں بھائی۔'' تنویر خود پر قابو پا کر بولا۔ ''آ رہا ہوں۔''

☆☆☆

جوکر انکل بچوں کو اپنا آخری شو دکھا رہے تھے۔

نازیہ اور گڑیا بھی ایک طرف کھڑی تھیں۔ آج جوکر انکل نے کچھ زیادہ ہی تماشے دکھائے تھے۔ بچے ہنس ہنس کر بے حال ہوئے جا رہے تھے۔ گڑیا تالیاں بجا رہی تھی۔

اسی وقت پولیس گاڑیوں کے سائرن نے ماحول کو پراگندہ کر دیا۔ جوکر اپنا تماشا دکھاتے دکھاتے رک گیا تھا۔ پولیس وارڈ میں داخل ہو گئی۔

تنویر جوکر کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ ''بھائی، میں آپ کو گرفتار کرنے آیا ہوں۔''

''ضرور، لیکن اتنی اجازت دو کہ میں اپنا حلیہ تبدیل کرلوں۔ اس روپ میں گرفتار ہونا اچھا نہیں لگتا۔''

تنویر نے گردن ہلا دی۔ توقیر ایک بیگ اٹھا کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو اب وہ کوئی جوکر نہیں بلکہ ایک باوقار معزز آدمی تھا۔

اس نے سوٹ پہن رکھا تھا۔ جس پر اس نے ٹائی باندھ رکھی تھی۔ وہ گڑیا کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور گڑیا بول پڑی۔ ''انکل آپ نے تو ٹائی کی ناٹ ہی غلط باندھی ہے۔''

''چلو ٹھیک کر دو۔''

نازیہ رو رہی تھی۔ گڑیا نے ٹائی کی ناٹ درست کی۔ توقیر نے گڑیا کو دیکھا۔ وارڈ کے بچوں کو دیکھا اور سب کو خدا حافظ کہتے ہوئے اس انداز سے نازیہ کو دیکھا جیسے کہہ رہا ہو، میں لوٹ کر آؤں گا۔ میرا انتظار کرنا۔''

نازیہ نے اس کی خاموش زبان سمجھ کر اپنی گردن ہلا دی۔ کچھ دیر پہلے کا چہکتا ہوا ماحول اچانک اداس...... بہت اداس ہو گیا تھا۔

www.urdupalace.com